۷

ربّ العٰلمین کے مظہر بنو

(فرمودہ ۱۹/ مارچ ۱۹۳۷ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

جیسا کہ رسول کریم ﷺ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی پیدائش کی غرض جو قرآن کریم میں عبودیت کا مقام حاصل کرنا بیان کی گئی ہے،اس کی تشریح دوسرے لفظوں میں تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ[1] ہے یعنی انسان اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو اپنے اندر اختیار کرے اور اس کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی صفات ظاہر ہوں ۔ اسی غرض کی طرف اشارہ کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ان چار جامع صفات کے ساتھ شروع کیا ہے جن کے ماتحت باقی سب صفات آ جاتی ہیں اور وہ چار صفات یہ ہیں کہ:-

اوّل خدا تعالیٰ ہے۔

دوم وہ الرَّحْمٰن ہے۔

سوم وہ رَحِیْم ہے

اور چہارم وہ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ہے۔

یہ چار صفات بندے کو اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں تب جا کر وہ اپنے مقصد کو پورا کرنے والا قرار دیا جا سکتا ہے جس کو پورا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔یعنی اس کیلئے ضروری ہے کہ جس حد تک انسان رَبّ الْعٰلَمِین کی صفت کا مظہر ہو سکتا ہے وہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کا ظلّ ثابت کرے اور جس حد تک انسان رحمانیت کا مظہر ہو سکتا ہے وہ اپنے آپ کو رحمانیت کا نمائندہ ثابت کرے

اور جس حد تک انسان اَلرَّحِیْم کے جلوہ کو ظاہر کرسکتا ہے وہ رحیمیت کی روشنی کو دنیا میں پھیلائے اور جس حد تک وہ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْن کا نمونہ قائم کرسکتا ہے وہ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْن کی شکل دنیا کو دکھائے۔ اور اگر ہم غور کریں تو یہی ذریعہ توحیدِ کامل کے قائم کرنے کا ہے کیونکہ شرک تو درحقیقت دوئی سے پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بیان فرماتا ہے کہ انسان کے سِوا دنیا کا ذرہ ذرہ خدا تعالیٰ کی صفات کو ظاہر کرتا اور اس کی سبوحیت کو بیان کر رہا ہے پس اگر کوئی شرک کی چیز باقی رہ گئی تو وہ صرف انسان کا وجود ہی ہے۔ یہی چیز ہے جو کبھی خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں دوسرے خدا قرار دیتی ہے، کبھی خدا تعالیٰ کی عبادت کا حق دوسری چیزوں کو دے دیتی ہے، کبھی خدا تعالیٰ کے وجود کا ہی انکار کر بیٹھتی ہے۔ کبھی اس کی صفات میں نقائص پیدا کرتی ہے، کبھی بری چیزیں اس کی طرف منسوب کرنے لگ جاتی ہے۔ کبھی ان چیزوں کو خدا بنا دیتی ہے جن کو خدا نے اس کے تابع بنایا ہے اور کبھی اپنے میں سے کسی آدمی کو خدا تعالیٰ کی صفات دے دیتی ہے۔ باوجود ایک کمزور مخلوق ہونے کے یہ عجوبہ چیز خدا تعالیٰ سے بھی بڑھ کر کام کر کے دکھانا چاہتی ہے۔ یعنی صفات کا وہ کامل ظہور جو خدا تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص کر دیا ہے، یہ ان کا خلعت بھی دوسرے لوگوں کو بخش دیتی ہے۔ گویا انسان کہلاتے ہوئے خدا گر بننا چاہتی ہے۔

اس مخلوق میں اگر فی الحقیقت خدائی صفات جلوہ گر ہو جائیں، اگر تمام انسان اپنے اندر ربوبیتِ عالمین اور رحمانیت اور رحیمیت اور مالکیتِ یَوْمِ الدِّیْن کی صفات کا پرتو پیدا کرلیں تو پھر دنیا میں سوائے خدا کے اور کونسی چیز باقی رہ جاتی ہے۔ انسانوں کے سِوا تو باقی چیزیں پہلے ہی سے خدا تعالیٰ کی تسبیح کر رہی ہیں۔ انسان ہی ہے جو اس میں رخنہ ڈالتا ہے اگر وہ بھی ان صفات کا حامل ہو جائے اور بجائے ایک علیحدہ وجود رکھنے کے صرف خدا تعالیٰ کیلئے ایک آئینہ بن جائے جس میں دنیا خدا تعالیٰ کی صورت دیکھے تو بتاؤ شرک کیلئے کونسی چیز باقی رہ جاتی ہے۔ سب جگہ پر خدا ہی خدا کا جلوہ نظر آجاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے سِوا کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ یہی مقامِ توحید ہے جس کے قائم کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کھڑا کیا ہے اور انہیں حکم دیا ہے کہ نہ صرف یہ کہ وہ خود توحید کے مقام پر کھڑے ہوں بلکہ دوسروں کو بھی اس مقام کی دعوت دیتے چلے جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ توحید دنیا میں قائم ہوتی چلی جائے اور شرک مٹتا چلا جائے، نہ صرف زبانوں کے ذریعہ سے بلکہ اعمال کے ذریعہ سے بھی اور نہ صرف دعویٰ کے ساتھ بلکہ حقیقت کے ساتھ بھی۔

پس مومن کو ہمیشہ ان چار صفات کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ آیا وہ کس حد تک ان صفات کا مظہر بننے میں کامیاب ہوسکا ہے۔ میں صرف پہلی صفت کو ہی اس وقت لیتا ہوں اور اس کے بھی صرف چند پہلو بیان کر کے اپنے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ کیا واقعہ میں ربوبیتِ عالمین کی صفت ان میں پیدا ہو چکی ہے۔ ربوبیتِ عالمین میں جن باتوں کا اظہار کیا گیا ہے ان میں سے ایک دوام ہے۔ رَبِّ العٰلمین بتاتا ہے کہ وہ ربّ تھا اور ربّ ہے اور وہ ربّ رہے گا۔ جو چیز کسی وقت بھی ربوبیت میں ناغہ کرتی ہے وہ رَبِّ العٰلمین نہیں کہلا سکتی کیونکہ ناغہ کا وقت اُس کی ربوبیت سے خارج ہو جاتا ہے اور رَبِّ العٰلمین ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ کوئی چیز اور کوئی وقت بھی اس کی ربوبیت سے خالی نہ ہو۔ پس رَبِّ العٰلمین کی صفت ہم کو اپنے اعمال میں دوام کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ اپنی ایک بیوی سے فرمایا کہ اچھی عبادت وہ ہے جو اَدْوَمُهَا [۲] ہو یعنی نیکیوں میں سے اور عبادتوں میں سے پائیدار ہو، جس میں ناغہ نہ کیا جائے اور جسے چھوڑا نہ جائے اور جو ہمیشہ کیلئے انسان کے اعمال کا جُزو ہو جائے۔ یہ درحقیقت رسول کریم ﷺ نے رَبِّ العٰلمین کی صفت کی ایک تشریح فرمائی اور متوجہ کیا کہ عبادت اور نیکی تبھی نیکی ہوسکتی ہے جبکہ انسان اُس کو دائمی طور پر اختیار کرے اور گویا اس طرح آپ نے ربوبیتِ عالمین کی صفت پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی اور اس میں کیا شبہ ہے کہ جس چیز کو انسان کبھی لے لیتا ہے اور کبھی چھوڑ دیتا ہے ہم کبھی تسلیم نہیں کر سکتے کہ وہ اس کو اچھا سمجھتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ اسے فی الحقیقت اچھا سمجھتا تو اسے چھوڑتا کیوں۔ جس وقت کیلئے وہ اسے اختیار کرتا ہے اس کے متعلق ہم خیال کر سکتے ہیں کہ وہ لوگوں کی نقل کر رہا تھا یا ایک عارضی جذبہ کے نیچے اس کی روح دَب گئی تھی یا یہ کہ وہ نِفاق کے طور پر ایسا کام کر رہا تھا۔ لیکن جب کوئی شخص ایک چیز کو کلّی طور پر اختیار کر لیتا ہے اور اسے کبھی نہیں چھوڑتا تو اس چیز کے متعلق ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ یا تو اسے نیکی سمجھ کر اختیار کر رہا ہے یا عادتوں کے ماتحت اس کے ظلم کا شکار ہو رہا ہے اور اس کے مقابلہ کی اس میں طاقت نہیں ہے۔ غرض یا تو وہ اسے نیکی سمجھ کر اس سے محبت کرتا ہے یا اس چیز کا قیدی ہے کہ باوجود آزادی کی خواہش کے آزاد نہیں ہوسکتا اور یہ آخری بات ایسی نہیں کہ اس کا اس شخص یا دوسروں کو پتہ نہ لگ سکے۔

پس ربوبیتِ عالمین انسان کی انہی صفات سے ظاہر ہوتی ہے جن کو وہ دائمی طور پر اختیار کر لیتا ہے اور جن میں وہ کبھی ناغہ نہیں ہونے دیتا۔ ایک شخص جو نماز کا پابند ہوتا ہے اگر وہ کبھی کبھی بیچ میں ناغہ

کر دے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ نماز کا پابند ہے اور اس نیکی کے ذریعہ ربوبیتِ عالمین کی صفت ظاہر کر رہا ہے۔ یا مثلاً ایک شخص کسی کسی وقت غریبوں پر رحم کر دیتا ہے اور کبھی اس بات کو چھوڑ بھی دیتا ہے، کبھی لوگوں کی مصیبتیں اُس کے دل میں درد پیدا کرتی ہیں اور کبھی وہ اس کے دل پر کوئی اثر نہیں ڈالتیں تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس نے ربوبیتِ عالمین کی صفت ظاہر کی ہے۔ اس کے رحم کو ہم کمزوری سمجھیں گے اور نیکی قرار نہیں دیں گے۔ لیکن اگر ایک شخص ہمیشہ اپنے دل میں لوگوں کیلئے رحم محسوس کرتا ہے اور دوسروں کیلئے قربانی کی روح اس میں کبھی سرد نہیں ہوتی تو ہم سمجھیں گے کہ یہ شخص واقعہ میں نیک ہے اور رَبِّ العٰلمین کی صفت کا مظہر ہے۔ یا مثلاً ایک شخص ایک وقت میں دین کیلئے نکل کھڑا ہوتا ہے اور زمانہء جہاد میں جہاد کے ذریعہ اور زمانہء تبلیغ میں تبلیغ کے ذریعہ اپنی جان کو خدا تعالیٰ کی راہ میں ہلکان کرنے کیلئے آمادہ رہتا ہے۔ کبھی تو اس کے اعمال میں ایک جوش اور فدائیت ظاہر ہوتی ہے اور کبھی وہ ان کاموں کو چھوڑ کر خاموشی سے اپنے گھر میں بیٹھ جاتا ہے۔ خدا کی آواز بلند ہوتی چلی جاتی ہے اور اس کے فرشتوں کی پکار اونچی ہوتی چلی جاتی ہے اور اُس کے بندوں کی ندائیں جَوّ کو بھر دیتی ہیں مگر اس کے دل میں کوئی حرکت ہی پیدا نہیں ہوتی۔ گویا اس کیلئے جہاد اور تبلیغ بے معنے الفاظ ہیں اور اس کو ان میں کوئی لذت ہی نہیں ملتی تو کس طرح ہم سمجھ سکتے ہیں کہ ایسے شخص نے جب جہاد کے وقت میں جہاد کیا تھا یا تبلیغِ عام کے وقت میں تبلیغ کی تھی اُس وقت اس نے یہ کام نیکی سمجھ کر کئے تھے۔ کیونکہ اگر واقعہ میں وہ انہیں نیکی سمجھتا تو اب کیوں خاموش رہتا اور کیوں اس کے دل میں آج وہی آوازیں سن کر پھر جوش نہ پیدا ہو جاتا۔ ہم تو یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ جس وقت اُس نے وہ کام کئے تھے کسی عارضی جوش یا خودغرضی یا کسی دھوکا کے ماتحت کئے تھے۔ لیکن اگر اس کے خلاف ایک دوسرا شخص ہر زمانہ اور ہر وقت اور ہر حالت میں جب خدا اور اس کے مقرر کردہ بندوں کی آواز سنتا ہے تو فوراً قربانی اور ایثار کیلئے کھڑا ہو جاتا ہے اور اگر جہاد کا وقت ہو تو امام کے آگے پیچھے، دائیں بائیں لڑنے کیلئے تیار رہتا ہے۔ اور اگر تبلیغ کا وقت ہو تو نکل کھڑا ہوتا ہے۔ تو ایسے شخص کے متعلق ہم مجبور ہوں گے کہ ایمان رکھیں اور یقین کریں کہ وہ خدا تعالیٰ کی صفت ربوبیتِ عالمین کا مظہر ہے اور ہر زمانہ میں ہادی ہونا اُس کی روح کی غذا بن گیا ہے اور اسی طرح اور نیکیوں کا حال ہے کہ ان کے متعلق اگر استقلال کے ساتھ کوئی شخص قائم ہوتا ہے تو ہم اُس کو واقعہ میں نیک کہہ سکتے ہیں۔ لیکن اگر استقلال کے ساتھ ان پر قائم نہیں ہوتا یا لوگوں کو دھوکا دیتا ہے تو ایسا شخص ہرگز

صفاتِ الٰہیہ کا مظہر نہیں۔

پس ہمارے دوستوں کو دیکھنا چاہئے کہ کیا واقعہ میں انہوں نے اپنے نیک اعمال میں دوام حاصل کرلیا ہے۔ اگر ایسا نہیں تو ان کیلئے خوف کا مقام ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ابھی بہت سے کاموں میں ہماری جماعت نے دوام کا مقام حاصل نہیں کیا۔ ان کی مثال اُس سوئے ہوئے بچے کی طرح ہے جسے صبح کے وقت ایک متقی ماں نماز کیلئے جگا دیتی ہے۔ جب اُس کی ماں اُس کو بستر پر بٹھا دیتی ہے تو ماں کے سہارے وہ بیٹھ جاتا ہے لیکن پھر بیٹھا بیٹھا ہی سو جاتا ہے۔ جب ماں اس کو اس غفلت میں دیکھتی ہے تو پکڑ کر وضو کرنے کی جگہ پر لے جاتی ہے پھر وہاں جا کر بیٹھ جاتا ہے اور وہیں سو جاتا ہے۔ پھر ماں اُسے جھنجھوڑتی ہے اور وضو کراتی ہے۔ وضو کرنے کے بعد جب جسم کے سُوکھنے کا یہ کچھ دیر انتظار کرتا ہے تو پھر سو جاتا ہے اور ماں پھر آ کر اُسے اُٹھاتی اور سنتیں پڑھواتی ہے اور پھر اُسے نماز کیلئے باہر بھیج دیتی ہے۔ وہ مسجد میں پہنچتا اور نماز شروع کر دیتا ہے مگر کبھی سجدہ میں سو جاتا ہے اور کبھی تشہّد میں۔ کبھی ساتھ والے نمازیوں کی حرکت سے اُس کی آنکھ کھل جاتی ہے اور کبھی وہ خوابِ غفلت میں پڑا ہی رہ جاتا ہے۔ خدا کی عبادت کرنے والے عبادت کر کے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں اور وہ بیچارا وہیں نیند کا شکار ہوًا پڑا رہتا ہے۔

بہت سے دوستوں کی حالت مَیں دیکھتا ہوں ایسی ہی ہے۔ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ نمازیں پڑھو تو وہ نمازوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ پھر جب کہا جاتا ہے چندے دو تو وہ چندے دینے لگ جاتے ہیں مگر نمازوں میں ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ پھر جب کہا جاتا ہے کہ تبلیغ کرو تو وہ تبلیغ کرنے لگ جاتے ہیں مگر نمازوں اور چندوں میں سُست ہو جاتے ہیں۔ پھر جب کہا جاتا ہے روزے رکھو تو روزے رکھنے لگ جاتے ہیں مگر نمازوں اور چندوں اور تبلیغ میں سُستی آ جاتی ہے۔ غرض جس طرح ایک چھوٹا بچہ ہر وقت سہارے کا محتاج ہوتا ہے اور اپنی توجہ صرف ایک ہی چیز کی طرف رکھ سکتا ہے ان کی توجہ محدود رہتی ہے اور پھر اس میں بھی سہارے کی محتاج۔

اگر تحریک جدید پر ہمارے دوست غور کریں تو وہ اُنیس مسائل جو میں نے اس میں بیان کئے تھے۔ اول تو وہ دیکھیں گے کہ ان کو سارے یاد بھی نہیں اور پھر وہ محسوس کریں گے کہ ان میں سے ایک ایک چیز کی طرف وہ ایک ایک وقت میں متوجہ رہے ہیں۔ جب چندے کا زور ہوًا تو چندہ دینے لگے اور

جب تبلیغ کا زور ہوا تو تبلیغ میں مشغول ہو گئے اور جب دعا کی تحریک ہوئی تو دعاؤں میں لگ گئے اور جب سادہ زندگی پر زور دیا گیا تو اُس کی طرف توجہ کرنی شروع کر دی۔ جب ہاتھ سے کام کرنے پر زور دیا تو ہاتھ سے کام کرنے لگ گئے اور پھر آرام سے گھروں میں بیٹھ گئے۔ لیکن انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اس تحریک کی تکمیل تو اس کی چھ جہات کی تکمیل کے ساتھ ہی ہو سکتی تھی۔ اگر مکان کی ایک وقت میں ایک ہی دیوار قائم رہے تو وہ مکان حفاظت کا کس طرح موجب ہو سکتا ہے۔ اگر انسان ایک طرف توجہ کرے اور دوسری کو چھوڑ دے تو اسکے یہی معنے ہوں گے کہ جب وہ اپنے مکان کی دوسری دیوار کو کھڑا کرے تو پہلی کو گرا دے۔ ایسا شخص کبھی بھی اپنے مکان کو مکمل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ وہ تو گراتا اور بناتا ہی رہے گا۔ نہ کبھی چھت پڑے گی اور نہ اس کا مکان رہائش کے قابل ہوگا۔ ایسا شخص تو بہت ہی قابلِ رحم ہے اور سب سے زیادہ رحم اسے اپنی جان پر آنا چاہئے۔ مگر کتنے ہیں جو اپنی جانوں پر رحم کر کے اپنے اندر یہ تبدیلی پیدا کرتے ہیں کہ نیکیوں میں دوام پیدا کریں اور یہ نہ ہو کہ ایک کو اختیار کرتے وقت دوسری کو چھوڑ بیٹھیں۔

اسی طرح ربوبیتِ عالمین میں ایک موٹی چیز ہمیں یہ نظر آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توجہ کافر و مومن کی طرف یکساں ہے یعنی وہ عالَمِ کفار کی بھی پرورش کر رہا ہے اور عالَمِ مومنین کی بھی پرورش کر رہا ہے۔ گو عالَمِ مومنین کی پرورش عالَمِ کفار کی پرورش سے مختلف ہے مگر دونوں جگہ پر پرورش کا کام جاری ہے۔ کسی جگہ پر تو تبلیغ کے ذریعہ سے اس کی ربوبیت ظاہر ہوتی ہے لیکن کسی جگہ پر تربیت کے ذریعہ سے۔ کہیں وہ اِنذار کو ذریعہء ہدایت بناتا ہے تو کہیں انعام کو باعثِ ترقی بنا دیتا ہے۔ غرض کسی کو ڈرا کر، کسی کی ہمت بلند کر کے، کسی کو خوف دلا کر، کسی کو انعام اور عطیہ کے ساتھ وہ کھینچے ہوئے لئے چلا جاتا ہے اور یہی سبق مومن کو بھی حاصل کرنا چاہئے۔ اس کی توجہ کافر و مومن کیلئے یکساں ہونی چاہئے، گمراہ اور ہدایت یافتہ کیلئے یکساں ہونی چاہئے مگر میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت کے دوستوں کو اس دِقّتِ نظر سے ابھی وابستگی پیدا نہیں ہوئی۔ زیادہ تر اِن میں سے وہی ہیں جو غیروں میں تبلیغ تو کر دیتے ہیں مگر اپنی جماعت کی تربیت کی طرف ان کی توجہ نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہماری جماعت میں بعض نئے پیدا ہونے والے بچے سلسلہ کی تعلیموں اور سلسلہ کی اغراض سے بالکل ناواقف ہیں اور ان کا مذہب صرف ورثہ کا مذہب ہے اور وہ اسی طرح گمراہی کا شکار ہو سکتے ہیں جس طرح دوسرے فرقوں اور دوسری قوموں کے لوگ۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ مومن اور کافر دونوں کی طرف یکساں اپنے فضل کو بڑھاتا ہے۔ گو جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ فضل کی نوعیت مختلف ہوتی ہے۔

پس میں جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ تعلیم اور تربیت کو مدنظر رکھیں اور ہمیشہ ایک بھائی دوسرے کیلئے مشعلِ راہ بنا رہے اور ماں اور باپ اپنے بچوں کی دینی تربیت ایسے طور پر کریں کہ آئندہ نسلیں اخلاص میں پچھلوں سے کم نہ ہوں بلکہ زیادہ ہوں اور نہ صرف اپنے بچوں کی خبرگیری کریں بلکہ اپنے ہمسایوں اور محلّہ کے بچوں کی بھی خبرگیری رکھیں۔ کیونکہ کئی ماں باپ کمزور ہوتے ہیں اور وہ تربیت کر ہی نہیں سکتے اور کئی ماں باپ دوسرے کاموں میں ایسے مشغول ہوتے ہیں کہ وہ تربیت کیلئے وقت بھی نہیں نکال سکتے۔ پھر جبکہ اللہ تعالیٰ نے ربّ العٰلمین کی صفت کا ہم کو مظہر بنایا ہے تو پھر ہمارا فرض بھی تو ہے کہ ہم صرف اپنی نگاہ کو ایک محدود دائرہ میں مقیّد نہ رکھیں بلکہ ہماری نگاہ وسیع ہو اور ہمارے ہمسایوں اور محلے والوں کو بھی ہماری ان خوبیوں سے حصہ ملے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمیں عطا ہوئی ہوں۔

اگر ہمارے دوست اِن دو نکتوں کو یاد رکھیں اور اپنی نیکیوں کو بے استقلالی کا شکار نہ ہونے دیں اور اپنی نظروں کو مقیّد ہونے سے بچائیں بلکہ جس طرح خدا تعالیٰ کی صفات وسیع ہیں ان کی نیکیاں بھی وسیع ہوں تو یقیناً ہماری جماعت ایک ایسے مقام پر کھڑی ہو جائے کہ جس کے بعد کوئی تنزّل نہیں اور انہیں ایک ایسی فتح حاصل ہو جس کے بعد کوئی شکست نہیں۔ لیکن اگر یہی جگانے اور سونے کا ہی سلسلہ چلتا گیا تو انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ دنیا فانی ہے اور کبھی اس دنیا سے جگانے والے بھی اُٹھ جاتے ہیں۔ پھر وہ ایسے سوئیں گے کہ جاگنا مشکل ہوگا اور ایسی غفلت کا شکار ہوں گے کہ جس کے آخر میں ہوشیاری کا پتہ نہ چلے گا۔ پس انہیں خدا تعالیٰ کی سنتوں کو بُھولنا نہیں چاہئے اور اپنے اندر مومن والا استقلال اور مومن والی وُسعتِ نظر پیدا کرنی چاہئے تا وہ خدا تعالیٰ کا مظہر اپنی ذات میں ہو جائیں اور خدا تعالیٰ براہ راست خود ان پر اپنی نگاہ ڈالے۔

میں نے خطبہ کے شروع میں مومن کی مثال ایک آئینہ سے دی تھی۔ یہ مجھے خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ایک دفعہ رؤیا میں سمجھائی گئی تھی۔ ایک دفعہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک مکان میں کھڑا ہوں اور میرے سامنے حکیم غلام محمد صاحب مرحوم کھڑے ہیں۔ نظر تو وہی اکیلے آتے ہیں مگر خیال

یہ ہے کہ بہت سے لوگ ہیں اور میں ان میں تقریر کر رہا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک آئینہ ہے اور اس کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہوں کہ دیکھو! ایک حسین انسان اپنے حسن کو آئینہ میں دیکھتا ہے اور اس آئینہ کو بڑا قیمتی سمجھتا ہے اور سنبھال سنبھال کر رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے اس کا حُسن اُسے نظر آتا ہے۔ لیکن اگر آئینہ میلا ہو جائے اور اس میں حُسن پوری طرح نظر نہ آئے تو پہلے تو مالک اُسے صاف کر کے کام چلاتا ہے لیکن اگر وہ زیادہ میلا ہوتا چلا جائے تو ایک دن پھر ایسا آجاتا ہے کہ اس میں مالک کی شکل اچھی طرح نظر نہیں آتی اور وہ سمجھتا ہے کہ اب یہ میرے لئے بیکار ہے اور وہ اُٹھا کر اُسے پھینک دیتا ہے اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ یہ کہہ کر میں نے شیشہ اُٹھایا اور زور سے زمین پر پھینک دیا اور وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور اس کے ٹُوٹنے سے آواز پیدا ہوئی۔ میں نے کہا دیکھو! خدا تعالیٰ بھی بندوں سے ایسا ہی سلوک کرتا ہے۔ جس طرح اس خراب اور گندے شیشے کے ٹوٹنے سے ہمارے دلوں کو رنج نہیں ہوتا اُسی طرح خدا تعالیٰ بھی ایسے شخص کی پرواہ نہیں کرتا جو اُس کے حُسن اور چہرے کو دکھانے کے قابل نہیں رہتا۔

پس میں جماعت کے احباب کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کیلئے آئینہ بناؤ۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا ہے آئینے بھی میلے ہو جاتے ہیں، تم اپنے آپ کو صاف بھی کرتے رہو۔ بعض دفعہ صفائی دوسرے ہاتھ کی محتاج ہوتی ہے، انسان خود صفائی نہیں کر سکتا۔ ایسی صورتوں میں اپنے بھائی کی امداد کرو۔ اس کے متعلق بھی مجھے ایک رؤیا یاد آیا ہے جو بچپن کے زمانہ کا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان دنوں زندہ تھے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اُس وقت میں سکول میں پڑھا کرتا تھا اور میں نے سکول ۱۹۰۵ء میں چھوڑا ہے۔ اس لحاظ سے یہ رؤیا ۱۹۰۳ء یا ۱۹۰۴ء کا ہے جبکہ میری عمر قریباً پندرہ سولہ سال کی تھی۔ میں نے دیکھا کہ ان کمروں میں سے ایک میں کہ جن میں مدرسہ احمدیہ کے لڑکے آجکل پڑھتے ہیں یعنی وہ کمرے کہ جو کنویں کے سامنے ہیں۔ ان میں سے درمیانی کمرہ میں ہم کچھ لوگ بیٹھے ہیں گو وہ آدمی جو نظر آتے ہیں تھوڑے ہیں مگر خیال ہے کہ یہاں ساری دنیا کے لوگ جمع ہیں۔ ماضی، حال اور مستقبل کے بھی۔ گویا وہ محشر کا دن ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کی انتظار میں ہیں کہ آئے حساب لے اور فیصلہ فرمائے۔ ایک میز لگی ہوئی ہے جس کے سامنے ایک کُرسی پڑی ہے اور چند فرشتے دائیں بائیں کھڑے ہیں۔ اتنے میں مَیں نے دیکھا کہ ایک نہایت حسین نوجوان اُس کُرسی پر آکر بیٹھ گیا اور رؤیا میں مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ ہے اور ہم سب اس گھبراہٹ اور پریشانی میں حیران ہیں کہ کیا انجام ہو گا کہ

اتنے میں اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کے سامنے کئے جانے کا حکم دیا اور اُس پر نگاہ ڈال کر فرمایا کہ اس شخص کو لے جاؤ اور جنت میں داخل کر دو۔ پھر ایک شخص کو خدا تعالیٰ نے آگے لانے کا حکم دیا جو بظاہر نہایت حسین اور خوبصورت نوجوان تھا۔ جب وہ سامنے لایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کی طرف دیکھا مگر اُس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ گویا اس کی نظروں میں ہی سارے سوال ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ اس کا گوشت، اس کی ہڈیاں اور اس کے تمام عضلے کھال کے اندر یوں نرم ہونے شروع ہوئے جیسے کوئی موم وغیرہ پگھل کر سیال ہو جاتی ہے۔ ہم نے محسوس کیا کہ اُس کی کھال کے نیچے کی ہر چیز پیپ بن گئی ہے اور وہ سر سے پیر تک پیپ کا تھیلا بن کر رہ گیا ہے۔ تب خدا تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ اسے لے جاؤ اور جہنم میں داخل کر دو۔ اُس وقت میں نے ایک نہایت عجیب رحمت کا نظارہ دیکھا۔ فرشتوں نے جس وقت جنتی کو جنت میں داخل کیا تو دروازے کھول کر کیا اور جنت کی ہوائیں باہر والوں کو لگیں لیکن جس وقت دوزخی کو دوزخ میں داخل کیا تو دروازے کو نہایت تھوڑا سا کھولا اور آگے خود کھڑے ہو گئے اور اسے دھکیل کر اندر کر کے دروازہ فوراً ہی بند کر دیا تا وہاں کی مسموم ہوائیں دوسروں کو نہ چھوئیں۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ خدا تعالیٰ کھڑا ہو گیا اور فرمایا کہ اس وقت بس اتنا ہی حساب لینا تھا۔ ابھی حشر کا دن نہیں آیا مگر شاید تم میں سے بعض لوگ اپنا انجام دیکھنا چاہتے ہوں۔ وہ اپنی پیٹھ کی طرف دیکھیں جس کی پیٹھ کی طرف کی دیوار کی کچھ اینٹیں پکی ہوئی ہوں گی وہ جنتی ہے اور جس کی کچی ہوں گی وہ دوزخی ہے۔ یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ چلا گیا اور ہم لوگ جو وہاں بیٹھے تھے خاموشی سے بیٹھے رہے۔ کسی کو یہ جُرأت نہ تھی کہ مُڑ کر پیٹھ کی طرف دیکھے۔ ہم بیٹھے رہے اور بیٹھے رہے اور وقت گزرتا گیا، گزرتا گیا اور گزرتا گیا۔ جب ایک کافی عرصہ گزر گیا تو میرے دل میں ایک خیال پیدا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ میرے دائیں طرف حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل بیٹھے ہیں۔ میں ان کی طرف جھکا اور کہا کہ مجھ سے تو پیچھے مُڑ کر دیکھا نہیں جاتا۔ انہوں نے فرمایا میری بھی یہی حالت ہے۔ میں نے کہا مجھے ایک خیال آیا ہے میں آپ کی پیٹھ کے پیچھے دیکھتا ہوں اور آپ میری پیٹھ کے پیچھے دیکھیں۔ اس پر انہوں نے میری پیٹھ کے پیچھے دیکھا اور میں نے اُن کی پیٹھ کے پیچھے اور ایک ہی وقت میں ہم دونوں چلّائے کہ پیچھے اینٹیں پکّی ہیں اور جیسا کہ شدید خوشی کی حالت میں جب وہ شدید مایوسی کے بعد پیدا ہوا نسان کے قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں ہمارے جسم ڈھیلے ہو کر زمین پر گر گئے اور میری آنکھ کُھل گئی۔

میں آج کہ اس پر قریباً ۳۳ سال گزر گئے ہیں اس نظارہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے اُسی طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح کہ اُس وقت دیکھا تھا۔ یہ واقعات گہرے طور پر میرے دماغ میں منقش ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ اُس وقت کے جذبات آج کے جذبات نہیں ہو سکتے اور اُس وقت کی گھبراہٹ کا اندازہ تو آج لگایا ہی نہیں جا سکتا لیکن پھر بھی ظاہری نظارے بہت حد تک میرے دماغ میں مرسوم ہیں اور یہ رؤیا میں نے اس لئے سنایا ہے کہ کبھی کبھی انسان اپنی پیٹھ کے پیچھے نہیں دیکھ سکتا اور شک وشبہ کی حالت میں پڑا رہتا ہے۔ اُس وقت بہترین تجویز یہی ہوتی ہے کہ تم اپنے بھائی کی پیٹھ کی طرف دیکھو اور وہ تمہاری پیٹھ کی طرف دیکھے۔ تم اس کی صفائی کرو اور وہ تمہاری صفائی کرے۔ یہ ایک بہترین طریق ہے اور کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ[3] کہہ کر اللہ تعالیٰ نے اس طرف توجہ دلائی ہے۔ دیکھو جھوٹا دوست جھوٹ بول کر تم کو تباہ اور انجام سے بے فکر کر دیتا ہے لیکن جب سچا دوست سچی بات تمہارے سامنے رکھتا ہے تو گو وہ گراں گزرتی ہے مگر تمہارے انجام کو درست کرنے والی ہوتی ہے اور تمہاری عاقبت کو ٹھیک کر دیتی ہے۔

پس کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کے یہی معنی نہیں کہ بزرگوں اور ولیوں کی تلاش کرو۔ وہ معنی بھی ہیں اور میں انکار نہیں کرتا مگر یہ معنی بھی ہیں کہ قومی اِصلاح کیلئے اس کے ساتھ تعاون کیا کرو جو تمہارے اور تمہارے متعلقین کے عیوب سے تمہیں واقف کرے اور ایسے دوست نہ چُنا کرو جو جھوٹ بول کر تمہیں دھوکے میں رکھیں یہاں تک کہ وقت آ جائے اور خدا تعالیٰ کے فرشتے تمہیں دوزخ میں دھکیل دیں اور تمہارے لئے توبہ کا وقت بھی نہ رہے۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ

(الفضل ۲۴ ؍ مارچ ۱۹۳۷ء)

---

[1]

[2] بخاری کتاب الرقاق باب القصد والمداومة علی العمل۔

[3] التوبة: ۱۱۹